کلامِ انشا میں عصری حسیّت ۔ اکیسویں صدی کے تناظر میں

اظہار احمد

Azhar Ahmad

M.Phil Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University Faislabad.

نازیہ رفیق

Nazia Rafiq

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Ibn-e-Insha is the kind of poet. Who is not only good at romanticism but a very well aware writer about the realities of his era as well. He was very concerned about the issues of his age. He has elaborated the truths of his era in a very detailed and delicated manner. His poetry is regarded as the representative of consciousness of happings of his time. His writings not only reflect his era but the current era as well.Today is this 21st centuary, despite of having progress in all the walks of life,mankind is still struglling to find out the solutions of its fundamental problems. This is why Ibne-e-Insha's poetry is not only the representative of his age but of today as well.

شاعر معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے اور کوئی بھی تخلیق کار معاشرے سے الگ تھلگ نہیں ہوسکتا۔ وہ اردگرد کے ماحول سے بہت کچھ سیکھتا، سمیٹتا اور تجربات حاصل کرتا ہے اور اس میں شاعر کے مشاہدے اور احساس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لیے کسی شاعر کا مشاہدہ جتنا وسیع ہوگا اور اس میں حساسیت اس قدر ہوگی اتنی ہی اس کے کلام میں واقعیت اور گہرائی ہوگی۔ شاعر اس ماحول اور اس کی حقیقتوں کا بیان کرے گا اور جب وہ اپنی عصر کے حالات و واقعات سے متاثر ہوکر اظہار کرے گا تو اس کا کلام تاریخی صداقتوں کا بھی حامل ہو جائے گا۔ شاعر کے کلام میں اس کے عصر کی اور تہذیب کی بھی جھلک ملتی ہے۔ شاعری کے اس حوالے سے معین تابش ''شہر آشوب'' میں لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک شاعری ایک واردات ہے اور تجربہ بھی ، چنانچہ شاعر کو اپنی ذات کی گہرائیوں میں اتر کر کچھ اس طور پر اپنا عرفان حاصل کرنا چاہیے کہ ساتھ ہی اس کے عصر کا چہرہ بھی روشن ہونے لگے۔''(۱)

اچھی شاعری کا دارومدار اس بات پر بھی ہے شاعر کس انداز میں شاعری کا حق ادا کر رہا ہے کیوں کہ اچھی شاعری میں کبھی زندگی کی تلخیاں دکھائی دیتی ہیں تو کبھی تاریخی صداقتیں نظر آتی ہیں۔ آج اکیسویں صدی بھی بہت سے مسائل اور مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ دورِ جدید میں زندگی کے ہر شعبے میں بے انتہا ترقی کے باوجود انسان بہت سے حوالوں میں پیچھے کھڑا ہے اس کے مسائل آج بھی کم وبیش ویسے ہیں جیسے پہلے تھے امراءاور رؤسا کے لیے تو ہر دور ہی آسائشوں اور سکون سے بھرپور رہا ہے لیکن ایک عام آدمی آج بھی اضطراب کا شکار ہے۔ اس حوالے سے اگر ابن انشاء کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ان کے کلام بالخصوص ان کی طویل نظموں میں ان کے عہد کی تاریخی حقیقتیں ملتی ہیں اور ان کے بیان میں ان کے احساس اور گہرے تاریخی شعور کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس حوالے سب سے پہلے ان کے پہلے شعری مجموعہ ''چاند نگر'' کی طویل نظموں کا ذکر مناسب رہے گا۔ اس مجموعہ میں ان کی طویل نظموں میں ''بغداد کی رات''، شنگھائی''، ''امن کا آخری دن''، ''افتاد''، ''کوچے کی لڑائی''، اور ''کوریا کی خبریں'' شاملھیں۔ ''بغداد کی رات'' ان کی نمائندہ تخلیق ہے۔ اس میں شاعر خود کو دجلہ کے کنارے پاتا ہے جو صدیوں کے خواب آگیں فضاؤں کا امین ہے۔ الف لیلوی شہزادوں سے اپنی ذات اور زندگی کا تقابل کرتا ہے اور شہزادوں کی زندگی کی عیش ونشاط اور اپنی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچتا ہے۔ وہ الف لیلوی سماج کی محرومیوں پر بھی نگاہ دوڑاتا ہے اور ان کے غلاموں کی زندگی کا نقشہ کچھ ان الفاظ میں کھینچتا ہے:

اور ڈیوڑھی پر کھڑا ایک غلام زنگی
اپنی دنیائے تصور میں کہیں کھویا گیا
آہیں بھرنے لگا امڈے ہوئے آنسو روکے
بیٹھے بیٹھے سے کیا جانیے کیا یاد آیا(۲)

وہ عام انسان کی تمناؤں کے خون ہونے پر افسردہ نظر آتے ہیں۔ انھوں نے جس غلام کو اپنے دور میں دیکھا اور اس کے جذبات کو جس طرح محسوس کیا اگر دیکھا جائے تو دورِ حاضر کے ترقی یافتہ دور میں بھی غلام موجود ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تب بادشاہوں کے درباروں میں یہ نظر آتے تھے اور آج یہ دولت مند لوگوں کے محل نما گھروں اور دفاتر میں بے بسی کی تصویر بنے نظر آتے ہیں۔ آگے چل کر وہ کسانوں کے حالات پر بھی نگاہ دوڑاتے ہیں کہ کس طرح ایک دہقان کھیتوں میں اناج لگا کر خراج کے طور پر دے کر خالی ہاتھ رہ جاتا ہے وہ معاشرے کے اس بہیمانہ نظام پر نوحہ کناں ہیں کسان کی حالت اب بھی کچھ خاص نہیں بدلی، بڑھتی ہوئی ترقی میں غریب کسان آج بھی اناج کے دانوں کے عوض خون پسینہ بہا رہا ہے یہی نہیں بلکہ وہ ایک مل مزدور کی تنگ دستی کا احوال بھی بیان کرتے ہیں:

آج مزدور ہوں اک تیل کے مل کا مزدور
اور اس جہد شب و روز سے پایا کیا ہے

خود تہی دست ہوں ، خواجہ کے خزانے بھر پور
اب میں یہ پوچھنے آیا ہوں ، یہ دنیا کیا ہے؟(۳)

یہاں ہمیں ابن انشا ایک ترقی پسند شاعر کے روپ میں نظر آتے ہیں کہ وہ انہی کی طرح کبھی مزدوروں، کسانوں اور نچلے طبقے کی زبوں حالی کو موضوع بناتے ہیں اور استحصالی نظام کے خلاف آواز اٹھا کر اس کو بدلنے کے خواہاں ہیں۔عصری تناظر میں دیکھا جائے تو ابن انشا کی شاعری بہت اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ مزدور کسان اور نچلہ طبقہ پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے صورت حال کم وبیش ویسی ہی ہے کم پیسوں کے عوض مشقت اس قدر زیادہ لی جاتی ہے کہ صنعت کار کے خزانے میں تو اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ مزدور کی تنخواہ اس کی دو وقت کی روٹی کے لیے بھی نا کافی ہے۔اس کے بعد ان کی نظم ''شنگھائی'' ہے جس میں انھوں نے چینی عوام کی بدنصیبی اور تاریکی کو موضوع بنایا ہے اور قومیت، نسل یا رنگ ونسب کے سارے تعلقات سے کنارہ کش ہو کر عام انسان کے دکھ کو نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ اسے پیرایہ اظہار بھی دیا ہے

اس نظم کے حوالے سے انھوں نے خود بھی نظم کے شروع میں یہ وضاحت کی ہے کہ اس نظم کا مقصد ان انسانوں کی تصویر کشی کرنا ہے جو اوسطاً ہر سال تیس ہزار انسان بھوک اور سردی کے مارے شنگھائی کے فٹ پاتھوں پر جان دے دیتے ہیں۔ اس نظم کے حوالے سے ریاض احمد ریاض رقم طراز ہیں:

> ''اس میں شاعر نے شنگھائی کی زندگی کے دو رُخ دکھائے ہیں، پہلا رُخ اس شنگھائی کا ہے جس کے اصل باشندوں کی زندگی گلے سڑے ڈھانچوں کے مصداق ہو کر رہ گئی ہے اور جن کی آنکھوں میں زندگی کی آخری رمق بھی دم توڑ رہی ہے دوسرا روپ غیر ملکی آقاؤں کا ہے جہاں زندگی کے نشہ و کیف و بے خودی سے عبارت ہے۔''(۴)

اس نظم کا یہ اقتباس اس تمام صورت حال کی مکمل عکاسی کرتا ہے:

میڈونا ہوٹل کے باہر شنگھائی کے فٹ پاتھوں پر
کال کے مارے ننگے بھوکے تیس ہزار انسان ایسے ہیں
مر جائیں چپکے ہی چپکے ، بھاگ کا لکھا کون مٹائے
صاحب شور مچا دیتے ہیں، بو سے ناک پھٹی جاتی ہے
کونسل والے چیخ اٹھتے ہیں ، اتنی لاشیں کون اٹھائے(۵)

ابن انشا نے جس بھوک، افلاس اور لاشوں کا نوحہ پڑھا اس میں آج تک کمی نہیں آئی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی، تعلیم کی ترقی بھی اس کو کم نہیں کر سکے دنیا میں اب بھی کتنے ہی لوگ غربت کی چکی میں پس رہے ہیں۔روزگار نہ ہونے کے سبب بہت سے لوگ آج بھی خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔زندگی کی گاڑی کا پہیہ آج بھی اسی سست روی سے چل رہا ہے۔ان کے لیے ہر صدی ایک جیسی ہے۔امن پسندی کا نظریہ ان کی نظم ''مضافات'' میں ملتا ہے۔اس میں تیسری عالمی جنگ کی طرف دنیا کے بڑھتے ہوئے قدموں کا نشان ملتا ہے۔وہ جنگ کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے امن کو روشن کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں اور پوری انسانیت انھیں مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔اسی طرح نظم ''امن کا آخری دن'' کا موضوع جنگ ہے۔جس میں انھوں نے